ہندوؤں، آریاؤں اور قادیانیوں کی تردید میں

مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ کے استدلالات اور خدمات

LOGICAL ARGUMENTS AND SERVICES OF MAULANA SANAULLAH AMRISRI IN REFUTING ARYA, HINDU, AND QADYANI VIEWS

ڈاکٹر حافظ محمد شہباز حسن*

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد اسرائیل فاروقی**

DOI: 10.29370/siarj/issue3ar4

Link: https://doi.org/10.29370/siarj/issue3ar4

ABSTRACT:

The Sub-continent was under the occupation of the British during seventeenth century to twentieth century. The British were Christians by religion, they started a systematic policy of capitalizing on the decadence of the Muslims, and they started efforts to deviate them from the real essence of Islam. The Christians deliberately planted Arya, Hindu, Natury, and Qadianis so that no Muslim should; resort to Islam, flare up upon the desecration of the Holy Quran and Sunnah, demand death sentence for any blasphemer, shout at encroachment upon his chastity and differentiate between what is sanctioned or forbidden in Islam. The services of Maulana Sana Ullah Amratsari regarding comparison of religions are valuable and unprecedented. Maulana was a great Islamic Scholar, a great defender of Islam. Maulana Sana Ullah is the writer of four Tafseers of the Holy Quran and has authored a number of valuable books on comparative religions with special focus on superiority of Islam as compared to other religions i.e., Judaism, Christianity, Hinduism, Arya and Qadianiat etc. Whenever anybody used to write, speak or criticize the teaching of Islam, the Holy Quran and the Holy Prophet, Maulana Sana Ullah replied the objections raised by non Muslims. Many religious scholars had been included amongst the listeners of Maulana. That is why the Arians, Christians and Qadianies always thought Maulana as their real opponent.

* ایسوشی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور برقی پتا:: pdshahbaz@gmail.com

** سابق چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور برقی پتا:israeelfarooqi@gmail.com

KEYWORDS: Arya, Hindu, Qadianis, Maulana Sana Ullah Amratsari, Arguments and Services.

کلیدی الفاظ: آریہ،ہندو، قادیانی،استدلالات،خدمات،مولانا ثناء اللہ امر تسری

تعارف:

مولانا ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ اسلام کے بہت بڑے مبلغ،داعی اور محافظ تھے۔ان کی ساری زندگی اسلام کے دفاع اور مذاہبِ باطلہ کے رد میں بسر ہوئی۔آپ مخالفین کے اشکالات اور دلائل کا عقلی، منطقی اور الزامی جوابات سے رد کرتے۔آپ سریع حافظہ کے حامل اور حاضر جواب تھے۔آپ کے جوابات مُسکت ہوتے۔مولانا بڑے بڑے معرکہ آرا مناظروں میں وکیل اسلام کی حیثیت سے پیش ہوتے تھے۔اس لئے کہ آپ کو آریہ ،ہندو اور قادیانی وغیرہ اپنا اصل حریف سمجھتے تھے۔آپ تقریر وتحریر دونوں میں مردِ میدان تھے۔

مباحث مقالہ: مقالہ کو مندرجہ ذیل دو بڑے مباحث میں تقسیم کیا گیا ہے:

مبحث اول: ہندوؤں اور آریوں کے رد میں مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمۃاللہ علیہ کے استدلالات اور خدمات۔

مبحث دوم: ردِ قادیانیت میں مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمۃاللہ علیہ کے استدلالات اور خدمات۔

مبحث اول: ہندوؤں اور آریوں کے رد میں مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمۃاللہ علیہ کے استدلالات اور خدمات:

آریہ قوم کی عادات بالکل ایسی ہیں جو سورۃ الحشر میں بیان ہوئی ہیں۔مولانا ثناءاللہؒ ان کی عادات کا تقابل اس آیت سے کرتے ہیں اور کسی طرح آریہ قوم کو مذکورہ منافقین سے کم نہیں پاتے کیونکہ ''شدھی تحریک،، جو آریوں نے چلائی تھی اس کا منہ بولتا ثبوت ہے:

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّ قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۴ [1]

"یہ لوگ تم سے سامنے ہو کر نہ لڑیں گے۔ہاں قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کے پیچھے سے لڑیں گے ان کی باہمی جنگ بہت سخت ہے۔تم ان کو یکجا سمجھتے ہو حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، یہ حالت اس لئے ہے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں"۔

اس آیت سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی ہمت بڑھا رہے ہیں کہ تم لوگ کافروں سے مت ڈرو حقیقت میں یہی کافر بزدل

ہیں، یہ تم سے کبھی بھی سامنے آکر نہ لڑیں گے بلکہ یہ لوگ بستیوں اور قلعوں کے اندر سے یا دیواروں کے پیچھے سے تم سے لڑیں گے، سامنے آنے کی جرأت ان میں نہیں ہے اور تم ان لوگوں کو یکجا بھی مت سمجھو بلکہ یہ لوگ الگ الگ ہیں اور یہ حال ان کے کفر کی وجہ سے ہے اور یہ بے عقل لوگ ہیں پس تم مطمئن رہو یہ لوگ کبھی بھی تم پر فتح یاب نہیں ہوں گی۔

آپ آریہ قوم کا رویہ بھی بیان کرتے ہیں جو انہوں نے شدھی تحریک کے ذریعے کیا۔ہندوستان میں آریہ قوم نے بر خلاف دستور ہندوؤں کے شدھی کا رواج دیا جس سے مطلب ان کا یہ تھا کہ غیر ہندوؤں کو ہندو بنایا جائے۔اس تحریک سے ہندو اور مسلمان میں جو بدمزگی پیدا ہوئی وہ باہمی جنگ و فساد تک نوبت پہنچی۔اس باہمی جنگ میں ہندوؤں نے طریق جنگ یہ اختیار کیا کہ مسلمان جب ان پر حملہ آور ہوں تو وہ اپنے مکانوں پر سے ان پر اینٹیں برسائیں اور خود دیوار کی اوٹ میں چھپے رہیں۔اس آیت میں اس ہندو واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے۔[2]

اس زمانہ میں آریوں نے جو شدھی تحریک جاری کی جس کی وجہ سے ملک میں بڑے فساد ہوئے اور اس پر آریوں کو بڑا ناز ہے کہ ہم تو مسلمانوں کو مرتد کرنے میں بڑے کامیاب ہوں گے۔اس کے لئے انہوں نے اور بھی طریقے اختیار کئے۔

شدھی تحریک کے ذریعے انہوں نے مسلمانوں کو مرتد کرنے کی بھرپور کوشش کی اور مخالفین اسلام کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے کہ مال خرچ کر کے ان کو اسلام کی راہ سے ہٹایا جائے لیکن اس کے لئے ان کو منہ کی کھانی پڑی اور انہیں دوہرا نقصان پہنچا اس وجہ سے:

1۔اپنے اموال کے صرف کرنے پر افسوس ہوا۔

2۔پھر وہ لڑائی جھگڑے کے اس مقابلے میں مغلوب بھی ہو گئے۔

ایسے لوگوں کی طرف اشارہ سورۃ الانفال میں بھی ملتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۵ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۙ﴿۳۶﴾ [3]

"کافر لوگ مال خرچ کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ سے روکیں، وہ مال ان پر حسرت ہو گا، پھر مغلوب ہو جائیں گے اور کافر جہنم میں جمع کئے جائیں گے۔"[4]

اسی طرح سورۃ الممتحنہ میں بھی ایسے لوگوں کا تذکرہ ہوتا ہے، آخر ایسے لوگوں کا انجام جہنم ہے جہاں ان جیسے لوگوں کو جمع کیا جائے گا۔جو مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کے لئے مال خرچ کریں گے:

اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ؕ [5]

" اگر وہ تم پر قابو پاتے ہیں تو تمہارے دشمن ہو جاتے ہیں اور تمہاری طرف ہاتھ اور زبان دراز کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم اسلام کو چھوڑ کر کافر ہو جاؤ۔"

اس آیت میں شدھی کی اور اس کے انجام کی بابت بڑی زبردست پیشین گوئی ہے۔ہندوستان میں جب سے اسلام آیا ہے، غیر مسلموں کو کانٹا چبھتا ہے مگر آج کل یہ کانٹا خصوصیت سے تیز ہو گیا ہے۔اسی لئے اس کے نکالنے کو ہندو قوم نے باوجود اپنے اندر شدید اختلاف رکھنے کے کہیں ہندو سنگھٹن بنائی ہے، یعنی ہندوؤں کا اجتماع اور کہیں ہندو مہا سبھا بنائی جاتی ہے، ان سب سے بڑھ کر شدھی سبھا ہے۔ان آیات میں کفار مخالفین کا بتایا گیا ہے۔یعنی مسلمانوں کو کافر بنانا پس مسلمانوں کو ہوشیار اور سمجھ رکھنا چاہیے کہ ہنود کا یہ فعل ہی ہے جو کفار عرب زمانہ رسالت میں کرتے تھے پھر جو ان کا انجام ہوا وہی ان کا بھی ہو گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔[6]

آریہ قوم نے سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۴۵، ۴۶، ۴۷ پر بھی اعتراض کیا، جو درج ذیل ہیں:

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّ لَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ [7]

"ان میں صاف اور سفید اور پینے والوں کو لذت دینے والی شراب کا دور چلایا جائے گا۔جس میں نہ نشہ کا خمار ہو گا اور نہ ان کی عقلیں زائل ہوں گی۔"

ان آیات میں جنتیوں کے پینے کے بارے میں بیان ہو رہا ہے کہ ان کو صاف سفید اور لذت دینے والی شراب پلائی جائے گی۔

آریہ قوم جنت کی خمر (شراب) پر اعتراض کرتی ہے کہ دنیا میں تو حرام ہے اور آخر جنت میں حلال ہے؟

مولانا آریہ قوم کو جواب قرآن کی آیت ہی سے دیتے ہیں اور دنیا اور آخرت پر ملنے والی شراب میں فرق کرتے ہیں کیونکہ جنت میں جو شراب ملے گی اس میں نشہ نہ ہو گا اور نشہ کی بنا پر ہی شراب حرام قرار دی گئی ہے۔کیونکہ اس سے انسانی عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے اور انسان کو اپنے حواس پر قابو نہیں رہتا شراب ہی کے بارے میں قرآن میں اسی جگہ آتا ہے کہ وہ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ [8] یعنی دودھ جیسا سفید لذیذ شیرہ ہو گا جو پینے والے کو لذت دے گا۔

مخالفین اسلام ہدایت اور رشد کی بات سن کر اس کو اختیار نہیں کرتے۔مندرجہ بالا آیت ہی میں آریہ کے اعتراض کا رد موجود ہے کہ اس شراب میں نہ خمار ہو گا اور نہ اس سے عقلیں زائل ہوں گی۔گویا وہ پینے کی لذیذ چیز ہے۔[9]

"شراب طہور سے پاکیزہ مشروب مراد ہے، میرے خیال میں اردو زبان کی شراب اس سے مراد نہیں ہے۔"

مولانا نے جس دور میں علم و فضل کی منزلیں طے کیں تو یہ وہ دور تھا جب برصغیر میں تمام مذاہب و ادیان کے لوگ

کثیر تعداد میں آباد تھے ان میں ہندوؤں کو بڑی اکثریت حاصل تھی ان میں آریہ سماجی، سناتن دھرمی، دیو سماجی اور مست دھرمی سب ہی شامل تھے اور مولانا کے ان کے اہل علم سے ذاتی تعلقات بھی تھے اور ان سے مباحثوں اور مناظروں کے ہنگامے بھی رہتے تھے۔

جو کتابیں انہوں نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں لکھیں مولانا نے ان کے جواب بھی تصنیفات کی شکل میں دیئے لیکن نہایت مدلل اور انتہائی متانت و تہذیب کے ساتھ تحریر کیا ان تصنیفات میں ایک کتاب "مقدس رسول" ہے جو مولانا نے "رنگیلا رسول" کے جواب میں لکھی جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ کتاب انتہائی دلآزار اور مسلمانوں کے لئے ذہنی اعتبار سے بدرجہ غایت تکلیف دہ کتاب تھی یہ دراصل آریہ سماجی لیڈر چھوپتی ایم اے (پروفیسر ڈی، اے، وی کالج لاہور) کی تصنیف تھی جو لاہور کے مہاشہ راجپال نے اپنی تصنیف ظاہر کر کے شائع کی، مہاشہ راجپال ہی اس کا ناشر تھا۔

اسی طرح "پنڈت دیانند سرسوتی" کی مشہور کتاب سیتارتھ پرکاش کے چودھویں باب کے جواب میں حق پرکاش لکھی ۔یہ وہ کتابیں ہیں جو دلائل کی گرفت کے ساتھ ساتھ اسلامی تہذیب و ثقافت، بلندی اخلاق اور مصنف کی علمی تحقیق و کاوش کا بہترین نمونہ ہیں۔ یہ اپنے موضوع میں بے مثال اہمیت کی حامل ہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ " ترک اسلام" کے جواب میں "ترک اسلام، اصول آریہ، حدوث وید، سوامی دیانند کا علم و فضل، بحث تناسخ، حضرت محمدؐ رشی، شادی بیوگان اور نیوگ، ہندوستان کے دو ریفارمر، الہامی کتاب، نکاح آریہ "وغیرہ کتابیں قابل ذکر ہیں اور یہ وہ کتابیں ہیں جن میں بڑے میٹھے مگر بھرپور علمی انداز میں آریہ سماج اور ہندوؤں کے طرز فکر اور خلاف عقل و خلاف اسلام مذہبی رجحانات کو ہدف نقد و جرح ٹھہرایا گیا ہے۔

حکومت ہند نے مسلمانوں کے خلاف ایک اور بہت بڑا محاذ آریہ سماج کی صورت میں شروع کیا۔ جس کی قیادت ایک چالاک، شاطر اور متعصب ہندو سوامی دیانند سرسوتی کے سپرد کی، جس نے چالاک لومڑی کی طرح ہندو دھرم کی مذہبی کتابوں، ویدوں اور شاستروں وغیرہ کو حالات حاضرہ کے مطابق اس غرض سے تھوڑا بہت ردوبدل کر ناشروع کیا تاکہ کوئی ہندو مسلمان نہ ہو سکے۔ اس شخص کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ ہندو مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنے والا مذہب صرف اسلام ہی ہے۔ اس لئے اس نے اپنے ہم مذہب ہندوؤں سے تو نورا کشتی کا اسٹائل اپنایا مگر اسلام کے خلاف اس نے خوب زہر اگلا۔ مولانا سوہدروی لکھتے ہیں:

"سوامی دیانند نے پورے ہندوستان میں ہزاروں کی تعداد میں آریہ دھرم کا پرچار کرنے والے پھیلا دیئے جن کا خاص مقصد اسلام کو برصغیر سے نکالنا تھا۔ اس لئے یہ لوگ صرف اہل اسلام کو ورغلانے کی کوششیں کرتے پھرتے تھے اور

ان کی پشت پناہ انگریز سرکار تھی۔ یہی وجہ تھی کہ خالص آریہ سماجیوں نے ہندوستان میں انگریزوں کے خلاف اٹھنے والی کسی بھی تحریک میں حصہ نہ لیا۔"[10]

تالیفات ردّ آریہ مذہب: مولاناؒ کا بہت زبردست علمی و فکری سرمایہ ان کی وہ کتب ہیں جو انہوں نے ہندو مذہب کی تردید میں تالیف کیں۔ جو مسلم سکالرز کے لئے رہنما کی حیثیت رکھتی ہیں اور اسلامی لائبریریوں کی ضرورت ہیں کیونکہ اس میں آپ نے ہندو مذہب کا پورا تنقیدی و تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے جس کے لئے زیادہ تر انحصار ان کی مذہبی کتب پر کیا گیا ہے تو گویا مولانا ثناءاللہ رحمۃاللہ علیہ کی کتب علم کے راستوں کو روشن کرنے والے چراغ ہیں۔

اس سلسلے میں ان کی چند کتب یہ ہیں:

ہندوستان کے دو ریفارمر، آریوں کی تحریف، ویدوں اور قرآن کے تقابل میں مختلف مباحث، اسلام کی تعلیم، کتاب منزل، رسول مقدس، رسالہ ثنائیہ، نکاح آریہ، اصول آریہ، قرآن اور دیگر کتب مقدسہ، ویدوں میں تذکرہ جہاد، کتب مقدسہ، وید، توراۃ و انجیل سے محمدؐ کی نبوت کا ثبوت، کتاب الرحمن وید ہے یا قرآن، عظمتِ اسلام، ط ۱۹۰۳ء، حدوث وید، شادی بیوگان اور نیوگ ط: ۱۹۰۴ء، حدوث دنیا ط ۱۹۰۶ء، الہام، سوامی دیانند کا علم و عقل، نماز اربعہ، تغلیب اسلام، القرآن العظیم، مرقع دیانندی، برأۃ اسلام، بحث تناسخ، تناسخ کے ثمرات۔

آریا کے 9 اعتراضات کا جواب بھی مولانا نے ہی دیا تھا۔[11]

ان کتب کا گہرائی (دقیق نظر) سے مطالعہ کرنے سے یہ بات دکھائی دیتی ہے کہ مولانا ثناءاللہؒ نے فروعات میں الجھنے کی بجائے بنیادی عقائد و نظریات کے بارے میں بحث کی ہے۔ ہندوازم پر تحقیق کے لئے آپ کی یہ کتب بحث و مناظرہ کی پیاس کو بجھا دیتی ہیں اور محققین کے لئے معلومات و معرفت کو اور زیادہ وسیع کر دیتی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مولانا رحمۃاللہ علیہ نے ہندوازم کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔ تقابل ادیان کے محققین کے لئے ان کتب میں کامل علمی خزانہ موجود ہے۔

مبحث دوم: ردِ قادیانیت میں مولانا ثناءاللہ رحمۃاللہ علیہ کے استدلالات اور خدمات

آپ نے اس سلسلے میں نمایاں خدمات سرانجام دی ہیں۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کے دلائل کی روشنی میں آیت خاتم النبیین کی بحث:

مسلمانوں کا اجماعی عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد نبوت ختم ہو چکی، اب کوئی بھی نئے سرے سے نبوت لے کر نہیں آئے گا۔ کیونکہ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ والی قرآنی نص بالکل واضح اور صریح ہے اور احادیث تواتر کے قریب

آئی ہیں ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، بلکہ یہاں تک فرمایا: لَوْکَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ یعنی اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا لیکن وہ بھی نبی نہیں کیونکہ '' لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ''ہمارے ملک پنجاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے آپ آہستہ آہستہ سلسلہ وار نبوت تک پہنچے اس لئے انہوں نے اسی آیت کو (خاتم النبیین والی آیت) اجرائے نبوت کے لئے بطور استدلال پیش کر کے اپنی نبوت کا ثبوت دیا چنانچہ لکھتے ہیں: اپنی ختم رسالت کا نشان قائم رکھنے کے لئے یہ چاہا کہ فیض وحی آپ کی پیروی کے وسیلہ سے ملے اور جو شخص امتی نہ ہو اس پر وحی الٰہی کا دروازہ بند ہو سو خدا نے ان معنوں سے آپ کو خاتم انبیاء ٹھہرایا لہٰذا قیامت تک یہ بات قائم ہوئی کہ جو شخص سچی پیروی سے اپنا امتی ہونا ثابت نہ کرے اور آپ کی متابعت میں اپنا وجود محو نہ کرے ایسا ہی انسان قیامت تک نہ کوئی کامل وحی پا سکتا ہے اور نہ کامل ملہم ہو سکتا ہے کیونکہ مستقل نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گئی ہے مگر ظلی نبوت جس کے معنی ہیں کہ فیض محمدی سے وحی پانا وہ قیامت تک باقی رہے گی تا کہ انسانوں کی تکمیل کا دروازہ بند نہ ہو اور تا کہ یہ نشان دنیا سے مٹ نہ جاوے کہ آنحضرت ﷺ کی ہمت نے قیامت تک یہی چاہا کہ مکانات اور مخاطبات الٰہیہ کے دروازے کھلے رہیں اور معرفت الٰہیہ جو مدار نجات ہے مفقود نہ ہو جائے۔[12] ☆

مرزا صاحب کا دعویٰ یہ تھا کہ مستقل نبوت ختم ہو چکی اور خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں کہ براہ راست نبوت پانے والے نبیوں کو ختم کرنے والا۔ دوسری قسم نبوت مستفیضہ ہے یعنی پیغمبر اسلام علیہ السلام کے فیض اتباع سے نبی بننا۔ اس کے متعلق مرزا صاحب نے کہا کہ یہ جاری ہے اور خود کو اسی قسم کا نبی شمار کیا ہے۔

اس اصولی تقریر کے بعد مرزا صاحب کا اثبات نبوت سننا چاہیے۔ اپنی نبوت کا ثبوت اس طرح دیتے ہیں، لکھتے ہیں: جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس شخص (مرزا) نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افترا ہے بلکہ جس نبوت کا دعویٰ کرنا قرآن شریف کی روسے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا صرف یہ دعویٰ ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ سے بکثرت شرف مکالمہ و مخاطبہ پاتا ہوں بات یہ ہے کہ جیسا مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالہ و مخاطبہ الٰہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔☆

اب واضح ہوا کہ احادیث نبویہ میں یہ پیشگوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہو گا جو عیسیٰ اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ و مخاطبہ کا شرف اس کو

حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۙ [13]

یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قدرت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالیٰ نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔اگر کوئی منکر ہو تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لیے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔[14]

اس عبارت سے بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے امور غیبیہ پر اطلاع پانے کی وجہ سے اپنے آپ کو نبی کے نام کا مستحق ٹھہرایا ہے۔جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بتائے ہوئے بہت سے امور غیبیہ غلط ثابت ہوئے۔محمدی بیگم سے نکاح اور انجام آتھم کی پیش گوئی اس کی واضح مثالیں ہیں۔

حیات مسیح علیہ السلام: مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ نے مرزائیت کے عقائد باطلہ کا تعاقب ہمہ جہت کرکے رسول اکرم ﷺ کی ختم نبوت کا تحفظ کیا ہے(فجزاہ اللہ خیرًا) چنانچہ مرزا صاحب نے "وفات مسیح" پر جن ۳۰ آیات کے تحت دلائل لکھے ہیں،ان کا ترتیب وار جواب دیا گیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ [15]

"جب اللہ نے فرمایا: اے عیسیٰ! میں تجھے فوت کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا اور ان کافروں سے پاک کرنے والا اور تیرے تابعداروں کو منکروں پر قیامت تک غالب رکھنے والا ہوں، پھر میری ہی طرف تم کو آنا ہے پس جس جس بات میں تم جھگڑتے ہو میں تم میں فیصلہ کروں گا۔"

سید صاحب و مرزا صاحب کی غلطی: مولانا ثناءاللہؒ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کے تحت بحث کی ابتدا کرتے

ہوئے لکھتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ اس بزرگ کی وفات کا ذکر کرتے ہیں جن کی تمام زندگی اور مرنے جینے کے متعلق لوگ اختلاف کرتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔"

تقریباً تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اس جگہ متوفیک کا معنی موت نہیں بلکہ دنیا سے اٹھانا مراد ہے مگر ہم نے اس جگہ سرسید احمد (جو کہ اس مسئلہ کے موجد اور مرزا غلام احمد جو کہ سید صاحب کے پیرو ہیں) کا ترجمہ قبول کیا ہے اور متوفیک کا معنی موت اور وفات دینے والا ہی لکھا ہے۔

قرآن نے مسئلہ حیات مسیح میں کیا فیصلہ کیا ہے،اس سے پیشتر بیرونی شہادت اور گواہی دیکھنی بھی ضروری ہے یہودی اور عیسائی جو کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حالات خود دیکھنے والے اور نسلاً بعد نسل سننے والے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت کو سولی لٹکایا گیا تھا مگر ان کے نتائج مختلف ہیں۔یہود کا نتیجہ توریت ۱/ ۱۳ " وہ یہ کہ جھوٹا نہیں مارا جائے گا۔" " کی رو سے فتح یابی ہے" اور "عیسائیوں کا نتیجہ کفارہ گناہ ہے" ہمارا صرف یہ مقصود ہے کہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام طبعی موت نہیں مرے بلکہ سولی دیئے گئے تھے۔ مسیح علیہ السلام کے مصلوب اور مقتول ہونے کو چونکہ قرآن مجید رد کرتا ہے اس لئے کوئی بھی مسلمان بلحاظ اہل کتاب اس کا خیال ہر گز نہ کرے۔ پس دونوں گروہوں کے اتفاق سے یہ امر بآسانی سمجھ آسکتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام طبعی موت نہیں مرے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ یہ دونوں فریق اس سے بے خبر رہتے کیونکہ دونوں ہی ایک دوسرے سے بڑھ کر ان کے حالات کو تلاش کرنے والے تھے۔یہود کی غرض یہ تھی کہ ہمیں کہیں ملیں تو انہیں موت کا مزہ چکھائیں اور عیسائیوں کو ان سے دلی لگاؤ تھا اس لئے وہ ان کے حالات کے متلاشی تھے چنانچہ اناجیل مروجہ اس بات کی شاہد ہیں کہ عیسائیوں کو ان کے حالات سے کتنی مانوسیت تھی کہ ان کے معمولی معمولی مشاغل، چلنا پھرنا بھی لکھ دیا گیا ہے پھر اگر وہ موت طبعی سے بھی مرتے تو ممکن نہ تھا کہ عیسائی لوگ اس سے بے خبر رہتے۔[16]

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ دونوں فریقوں کا طبعی موت سے انکار کرنا ضرور قابل غور بات ہے اور خاص کر مرزا صاحب کے نزدیک تو اور بھی زیادہ قابل غور ہے کیونکہ ان کے نزدیک نامعلوم امور پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور ان کے واقعات پر نظر ڈالنی چاہیے تاکہ اصل حقیقت واضح ہو جائے۔[17] اور مرزا صاحب تواتر قوی کو حجت مانتے ہیں خواہ وہ کافروں کا ہی کیوں نہ ہو۔[18]

ہمارا دعویٰ ہے کہ مسیح علیہ السلام طبعی موت نہیں مرے اور مرزائی کہتے ہیں کہ وہ طبعی موت مرے ہیں لہٰذا ہم نے یہود و نصاریٰ دونوں گروہوں سے اس کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ مسیح علیہ السلام طبعی موت

نہیں مرے۔

چنانچہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے دونوں فریق کہتے ہیں کہ مسیح مصلوب اور مقتول ہوئے مگر قرآن کہتا ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ﴿۱۵۹﴾[19]

"حالانکہ نہ انہوں (یہود) نے اس (مسیحؑ) کو قتل کیا اور نہ سولی دی لیکن وہ ان کے سامنے مشتبہ کیا گیا جو لوگ اس امر میں (کہ مسیح کو قتل اور سولی نہیں ہوئی قرآنی بیان سے) مخالف ہیں وہ اس واقعہ سے بے خبری میں ہیں اس دعویٰ کی دلیل ان کے پاس نہیں ہاں اٹکلوں اور خیالوں کے تابع ہیں، انہوں نے ہر گز اس کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اپنے پاس اٹھا لیا اور خدا غالب ہے حکمت والا۔۔۔۔"

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کئی اشیاء کا تذکرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے تو یہود اور نصاریٰ کے اس عقیدے کا رد کیا کہ مسیح مصلوب ہو گئے تھے اور دوسرے نمبر پر اس واقعہ کی اطلاع دے رہے ہیں کہ میں نے مسیح علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ یہاں تک تو ہم میں اور مخاطبوں میں اتفاق ہے صرف اختلاف لفظ رفع کے معنی میں ہے، ہمارے مخاطب کہتے ہیں کہ رفع کے معنی رفع درجات ہے رفع جسم نہیں اور ہمارے نزدیک اس جگہ رفع جسم مراد ہے کیونکہ اگر رفع درجات مان لیا جائے تو پھر یہودیوں کے قول کی مخالفت نہیں ہوتی جو کہ لفظ بَلْ سے ہونی چاہیے تھی۔ اگر رفع جسم نہ مانا جائے گا تو معنی اس آیت کا یہ ہوا کہ یہود نے مسیح علیہ السلام کو یقینی طور پر قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کے درجات بلند کئے۔ تو یہ ترجمہ بالکل ان مثالوں جیسا ہے کہ کوئی کہے کہ کفار نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کا رتبہ بلند کیا اور نبی علیہ السلام کو کفار نے مکہ سے نہیں نکالا بلکہ اللہ نے ان کی عزت افزائی کی۔ اس قسم کے محاورات سے سب سمجھتے ہیں کہ (بلکہ) سے جو پہلا فعل ہے اس کا اثبات ہوتا ہے نہ کہ نفی حالانکہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا آیت میں لفظ بَلْ (بلکہ) سے پہلا فعل یعنی مسیح کا مقتول و مصلوب ہونا اس کی نفی کر رہے ہیں نہ کہ اثبات۔

علاوہ ازیں اس آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفات بیان کی ہیں: وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا☆ (اللہ غالب ہے حکمت والا) تو یہ الفاظ تراشیدہ معنی سے بالکل بے محل ہیں کیونکہ ان الفاظ کا محل یہ ہے کسی تعجب کو رفع کیا جائے اور کسی مشکل چیز کو آسان بتایا جائے اور نیک آدمیوں خصوصاً علماء کے رفع درجات کو کون عجیب اور مشکل سمجھتا ہے؟ تو ثابت ہوا کہ اگر رفع کے معنی رفع درجات لیں تو یہود کی تکذیب کی بجائے ان کی تصدیق ہوتی ہے (یعنی یہودی آپ

کو موت دینا چاہتے تھے اگر اللہ تعالیٰ نے موت دے کر آسمان پر اٹھالیا تھا تو یہودیوں کے ارادوں کی تکمیل (نعوذ باللہ) اللہ ہی نے کر دی) بلکہ ساتھ ہی آیت کے تمام الفاظ بھی درست طور پر چسپاں نہیں ہوتے تو جب رفع کا معنی یہ لیں کہ اللہ نے مسیح علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھالیا تو پھر یہود کی بھی تکذیب ہوتی ہے (جو کہ آیت کا مقصد ہے) اور تمام الفاظ بھی اپنی اپنی جگہ پر چسپاں ہو جاتے ہیں، اور اگر یہ خیال ذہن میں آئے کہ اتنے دشمنوں کے ہوتے ہوئے کیسے آسمان پر زندہ اٹھالیا تو اللہ نے اس کا جواب آیت کے آخر میں دے دیا کہ میں بڑا غالب حکمت والا ہوں کہ جس کام کو کرنا چاہوں مجال نہیں کہ کوئی اس کو روک سکے۔

تو جب ثابت ہوا کہ اس جگہ رفع سے مراد رفع جسم ہے تو آیت زیر بحث اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ ☆ا میں بھی رفع سے مراد رفع درجات نہیں رفع جسم ہے کیونکہ اس آیت میں رفع کا وعدہ ہے جو اللہ نے بَل رَّفِعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ سے پورا کر دیا اور مرزا صاحب بھی مانتے ہیں کہ رَافِعُکَ اِلَیَّ میں وعدہ ہے اور بَلْ رَّفِعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ نے وعدہ کو پورا کر دیا ہے۔

اگر آیت نمبر ۱۵۹ دیکھیں یعنی وَ اِنْ مِّنْ اَہْلِ الْکِتَابِ تو مطلب اور بھی واضح طور پر سمجھ میں آجاتا ہے، اس وضاحت کے لئے ہم اپنا ترجمہ نہیں کرتے (اور نہ ہی اس کا اوپر ترجمہ کیا ہے) بلکہ خود مرزا صاحب کے خلیفہ حکیم نور الدین صاحب کا ترجمہ نقل کر دیتے ہیں جن کے علم و فضل کا ہر مرزائی قائل ہے، لکھتے ہیں:

"نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہو گا اوپر ان کے گواہ۔"[20]

یہ ترجمہ بالکل وضاحت کے ساتھ بتلا رہا ہے کہ مرزا صاحب کا معنی (رفع درجات) غلط ہے کیونکہ حکیم صاحب نے تمام ضمیریں حضرت مسیح کی طرف لوٹائی ہیں تو جو شخص ان پر گواہ ہو گا اسی کی موت سے پہلے تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے اور یہ کام ابھی تک نہیں ہوا کیونکہ اہل کتاب میں سے یہود تو بالکل ہی مسیح علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی بھی ان پر صحیح ایمان نہیں لاتے بلکہ انہیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ ایمان لانے والا کام اسی وقت ہو گا جب حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے اور عیسائی بھی ان پر صحیح ایمان نہیں لاتے بلکہ انہیں خدا کا بیٹا مانتے ہیں اور یہ ایمان لانے والا کام اسی وقت ہو گا جب حضرت مسیح علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے بلکہ بجسد عنصری آسمان کی طرف زندہ اٹھائے گئے ہیں۔

خصوصیات تصانیف : مولانا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی اہم ترین خصوصیات یہ ہیں کہ ان میں گرفت اتنی ٹھوس اور بر محل ہوتی تھی کہ حریف خواہ کتنے ہی ہاتھ پاؤں مارے بچ نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوتی تھی،

مطلب بالکل واضح اور دوٹوک ہوتا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ دقیق سے دقیق مضمون صرف چند آسان سطروں میں بیان کر دیتے تھے اور وہ بھی اتنی وضاحت اور جامعیت کے ساتھ کہ سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی تھی۔ پھر جگہ جگہ پر ظریفانہ الفاظ یا جملے اور بر محل اشعار۔ تحریر کی لطافت اور شگفتگی کو چار چاند لگادیتے تھے۔اور فریق مخالف کی ہرزہ سرائیوں کے جواب میں کوئی ایسا بر محل شعر نقل کر دیتے یا ایسا ظریفانہ جملہ استعمال کر دیتے کہ شرف و وقار پر آنچ بھی نہ آتی اور پڑھنے والا پھڑک اٹھتا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی نے کس قدر بجا فرمایا ہے کہ :

"انداز تکلم کی طرح آپ کا طرزِ تحریر بھی بہت شیریں، نرم، جاذب، دلچسپ اور مؤثر تھا کیا مجال کہ کوئی لفظ پایہ ثقافت سے گرجائے،اعدائے بد باطن کی ناپاک کتابوں کے جواب ایسی حلاوت،لینت اور خلق و تہذیب سے لکھے کہ مخالف بھی عش عش کر اٹھے۔ چنانچہ 'رنگیلا رسول' ایسی دلآزار کتاب کا جواب' مقدس رسول' کے نام سے تحریر فرمایا۔اور اس انداز میں کہ دشمن بھی داد دینے پر مجبور ہو گئے کہ "اسلام فی الواقع تہذیب واخلاق، حلم و محبت کا سرمایہ دار ہے اور ہندو دھرم یکسر اس سے خالی ہے۔اسی طرح پنڈت دیانند کی کتاب ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب کا جواب حق پرکاش کے نام سے لکھا اور اسلام کے روایتی اخلاق کو اجاگر کر کے ثابت کر دیا کہ دینِ محمد ﷺ زہر کا جواب شہد سے دیتا ہے۔"[21]

ردّ مرزائیت : مولانا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: تیسری شاخ میری تصانیف کی قادیان کے متعلق ہے۔ مختصر طور پر بتلاتا ہوں کہ قادیانی تحریک کے متعلق میری کتابیں اتنی ہیں کہ مجھے خود ان کا شمار یاد نہیں۔ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ جس شخص کے پاس یہ کتابیں موجود ہوں قادیانی مباحث میں اسے کافی واقفیت حاصل ہو سکتی ہے۔ جس کا ثبوت خود مرزا صاحب بانی تحریک قادیان کی اس تحریر سے ملتا ہے جو انہوں نے ۱۵اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کی تھی۔ جس کا عنوان تھا'' مولوی ثناء اللہ، کے ساتھ آخری فیصلہ '' اس کے شروع ہی میں میری نسبت جو خاص گلہ و شکایت کی گئی ہے وہ خصوصاً قابل دید و شنید ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ :

"مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت بدنام کیا۔ میرے قلعہ کو گرانا چاہا وغیرہ اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔"

کوئی خاص وقت تھا جب یہ دعا ان کے منہ سے نکلی اور قبولیت اسے لینے آئی۔ آج قادیان کی بستی میں ادھر اُدھر دیکھو رونق تو بہت پاؤ گے مگر ایسی کہ دیکھنے والا اہل قادیان کو مخاطب کر کے داغ مرحوم کا یہ شعر سنائے گا۔

آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں   آج وہ خانہ خراب ہم کو بہت یاد آیا

رد قادیانیت کا آغاز وارتقاء: مولانا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ نے شرعی دلائل و شواہد کی روشنی میں بھی اور خود مرزا صاحب کے بتلائے ہوئے طریقہ تحقیق کے مطابق بھی ان کے دعوؤں کو خوب خوب جانچا، لیکن انہیں ہر معیار پر کھوٹا، غلط اور پر فریب پایا۔

دوسری طرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کے دعوؤں کی بابت بحث و مباحثہ کا سلسلہ خاصی گرمجوشی کے ساتھ جاری کر رکھا تھا۔ مولانا نے تعلیم سے فارغ ہو کر مرزا صاحب کی تردید کا محاذ سنبھال لیا تھا۔

مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں کتاب انجام آتھم لکھی، اس میں اپنے مکذبین پر بری طرح برسے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے؟ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو پلایا۔"[22]

اسی سلسلہ میں آگے چل کر مرزا صاحب نے اپنے اشد اور نامی مخالفین میں مولانا محمد حسین بٹالوی رحمۃ اللہ علیہ اور سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو بہ پہلو مولانا ثناءاللہ امر تسری رحمۃ اللہ علیہ کا نام بھی لکھا ہے اور ان تینوں کی بابت ارشاد فرمایا ہے کہ:

"یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھاتے ہیں۔"[23]

اس کتاب کے صفحہ ۲۰ کے حاشیہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف سے پہلے ہی مرزائیت کی تردید میں مولانا امر تسری کی سرگرمیاں اس مقام پر پہنچ چکی تھیں کہ مرزا صاحب اور مولانا امر تسری کے درمیان مباہلہ کے لئے سلسلہ جنبانی اور خط و کتابت کا آغاز ہو چکا تھا۔ پھر مرزا صاحب نے مولانا امر تسری اور دیگر علماء کرام کو دعوت مباہلہ دی۔ یہ الگ بات ہے کہ جب یہ علماء مباہلہ کے لئے مد مقابل آئے تو مرزا صاحب صاف مکر گئے۔

انجام آتھم کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم کو مرزا صاحب کی پیشین گوئی کے مطابق ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک مر جانا چاہیے تھا۔ لیکن وہ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود زندہ رہا۔ اس پر علمائے کرام اور عامۃ المسلمین نے مرزا جی کی وہ درگت بنائی کہ منہ دکھانا مشکل ہو گیا۔ لیکن تقریباً مزید دو سال بعد ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو آتھم وفات پا گیا تو مرزا صاحب نے جھٹ انجام آتھم لکھی۔ اپنے مخالف علماء کرام کو دل کھول کر گالیاں بھی دیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مولانا امر تسری رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۹۴ء یا اس سے پہلے ہی رد قادیانیت میں اتنی پیش رفت کر چکے تھے کہ ان کا نام صف اوّل کے مجاہدین میں شمار ہونے لگا۔

پھر ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب نے "معیار الاخیار" کے نام سے ایک اشتہار شائع کیا اور اس میں کبار علماء کو مباحثہ کی دعوت دی۔ اس اشتہار کے مدعوئین میں بھی مولانا امر تسری کا نام موجود ہے اور اس اشتہار کے جواب میں جو

لوگ مباحثہ کے لئے اٹھے ان میں بھی مولانا امرتسری پیش پیش تھے۔

اسی طرح ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار کے ذریعہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑہ اور مولانا امرتسری کو دعوت دی۔[24]

"میرے مدمقابل سات گھنٹہ زانو بزانوں بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں۔جو بتقطیع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو۔پھر جس کی تفسیر عمدہ ہوگئی وہ مؤید من اللہ سمجھا جائے گا۔"[25]

اس مقابلہ تفسیر نویسی کی روداد نہایت دلچسپ ہے۔لاہور میں مقررہ مقام پر مولانا امرتسری اور دیگر علماء تشریف لائے۔لیکن مرزا صاحب قادیان میں گھر کے اندر ہی دبک کر بیٹھ رہے اور وہیں سے علماء اسلام کے فرار کا اشتہار شائع کر دیا۔

ان چند متفرق واقعات سے مولانا امرتسری کی اس ٹھوس جدوجہد کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو آپ نے ردّ قادیانیت کے سلسلے میں اس فتنے کی نمود و ظہور کے ابتدائی ایام ہی سے اختیار کر رکھی تھی۔

رد قادیانیت پر آپ کی تصانیف مندرجہ ذیل ہیں:

الہاماتِ مرزا: طبع پنجم ۱۹۲۰ء ماہ اگست مطبع لال سٹیم پریس لاہور، ضخامت ۱۳۲

ماہنامہ و ہفت روزہ ''مسلمان'' امرتسر: جب اسلام دشمن فرقوں عیسائی، ہندو، آریہ اور دیگر قوموں کے حملے اور اعتراضات اسلام اور اہل اسلام کے خلاف بہت زیادہ تیز ہو گئے تو مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص ان کی تردید اور جواب کے لئے یہ رسالہ ''مسلمان'' جاری کیا۔یہ مئی ۱۹۰۸ء سے جاری ہوا۔

ماہنامہ مرقع قادیانی: اگست ۱۹۱۷ء سلیم پریس، اردو بازار، امرتسر، ضخامت: ۶۴

۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب قادیانی نے جب اپنے اور مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان آخری فیصلہ والا اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کاذب، صادق کی زندگی ہی میں مر جائے گا۔تو مولانا امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے خاص قادیانیت کی تردید کے لئے جون ۱۹۰۷ء سے ''مرقع قادیانی'' نام کا ایک مستقل ماہنامہ رسالہ شائع کرنا شروع کر دیا۔خدائی فیصلے کے مطابق سال کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو جب مرزا صاحب (کاذب) مولانا امرتسری (صادق) کے جیتے جی وفات پا گئے تو اس رسالے کی چنداں حاجت نہ رہی۔

صحیفہ محبوبیہ: طبع اوّل ۱۵ دسمبر ۱۹۰۹ء، مطبع اہل حدیث امرتسر، ضخامت ۷۶۔جس میں قادیانی رسالہ ''صحیفہ آصفیہ'' کا مکمل جواب ہے۔

فتح ربّانی-مباحثہ قادیانی : طبع اوّل مطبع روز بازار امرتسر ضخامت ۶۴
"جس میں انجمن حفظ المسلمین امرتسر کی طرف سے جناب مولوی ابوالوفاء محمد ثناءاللہ صاحب، مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہل حدیث امرتسر اور انجمن احمدیہ امرتسر کی طرف سے مولوی غلام رسول صاحب آرجیکو مناظر تھے۔منعقدہ ۲۹،۳۰اپریل ۱۹۱۶ء" (سرورق)

نکاح مرزا: طبع دوم مطبع روز بازار سٹیم پریس ہال بازار امرتسر ضخامت ۲۵
"جس میں مرزاصاحب قادیانی کے نکاح کی پیشگوئی کی قطعی تردید ان کے اقوال سے کی گئی ہے۔"

تاریخ مرزا: طبع اول جون ۱۹۱۹ء طبع دوم جولائی ۱۹۲۲ء "برقی مطبع روز بازار امرتسر" ضخامت ۶۴
"جس میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت کے حالات صحیحہ مصدقہ از ولادت تا وفات درج ہیں۔"

شہادات مرزا ملقب بہ عشرۂ مرزائیہ: طبع اوّل ۱۹۲۳ء اکتوبر مطبع روز بازار امرتسر، صفحات ۳۲
"جس میں دس شہادتوں (احادیث نبویہؐ اور الہامات و اقوال مرزائیہ سے مرزا صاحب قادیانی کے دعوائے مسیح موعود کی تردید کی گئی ہے اور اس کے جواب لکھنے پر ایک ہزار انعام کا اعلان ہے جو امپیریل بنک امرتسر میں جمع ہے، بشرطیکہ تاریخ سے چھ ماہ تک مطبوع جواب برائے فیصلہ منصف کے پاس پہنچ جائے۔" ردّ قادیانیت اور کذب مرزا میں یہ کتاب ایک منفرد نام رکھتی ہے۔

نکات مرزا: طبع اوّل ۱۹۲۶ء فروری، صفحات ۴۵، برقی مطبع روز بازار ہال بازار امرتسر۔
جس میں مرزا صاحب قادیانی کے نکات جدیدہ جو قرآن مجید سے انہوں نے نکالے ہیں جن پر ان کو اور اُن کے اتباع کو فخر ہے ان کے چند نمونے اور ان کے بالمقابل مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل القرآن کے معارف قرآنیہ دکھائے گئے ہیں۔

محمد قادیانی : طبع اوّل نومبر ۱۹۲۸ء آفتاب برقی پریس امرتسر، صفحات ۲۴
جس میں مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا (کہ میں کل انبیاء کا مثیل اور محمد ثانی ہوں) ان کی تحریروں سے اس کی کافی تردید کی گئی ہے۔

تعلیمات مرزا: طبع اوّل دسمبر ۱۹۳۰ء ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر ضخامت ۳۲۔
یہ رسالہ دراصل طلباء کے لئے نصاب تعلیم ہے جو طالب علم اس رسالہ کو حفظ کرے گا وہ ہر جگہ مرزائیوں پر غالب

آئے گا اور جو مرزائی اس کو غور و فکر سے، ایمان اور انصاف سے پڑھے گا اس کو توبہ کی توفیق ہو گی۔

علم کلام مرزا: طبع اوّل ستمبر ۱۹۳۲ء ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر ضخامت ۸۱۔

جس میں مرزا صاحب کو بحیثیت متکلم اور مصنف جانچا گیا ہے اور ان کی علمی حیثیت کا صحیح جائزہ لیا گیا ہے۔"

بہاءاللہ اور مرزا: طبع اول جولائی ۱۹۳۳ء ثنائی برقی پریس کٹڑہ شیر سنگھ کہنہ امرتسر، ضخامت ۷۶

"جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دراصل شیخ بہاءاللہ ایرانی سے مستفیض ہیں۔"

لیکھرام اور مرزا: طبع اوّل ستمبر، ۱۹۴۲ء ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر، ضخامت ۱۶

چونکہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں کو پنڈت لیکھ رام والی پیشینگوئی پر بڑا ناز ہے اس لئے باوجود سخت گرانی کاغذ وغیرہ یہ رسالہ شائع کیا گیا۔[26]

محمود، مصلح موعود؟: طبع اوّل، اگست ۱۹۴۴ء ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر ضخامت ۱۲۔

مرزا صاحب قادیانی کی پیشین گوئی (متعلقہ مصلح موعود) کی پوری تحقیق اِس رسالہ میں کی گئی ہے۔

عجائبات مرزا: طبع اوّل فروری ۱۹۳۳ء، ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر، ضخامت ۲۵۔

دراصل یہ رسالہ علم کلام مرزا کی جلد دوم ہے کیونکہ اس میں مرزا کو بطور مصنف و متکلم جانچا گیا ہے۔

مولانا امرتسری کے مناظرے اور ان کی خصوصیات:

مولانا کے سوانح نگار مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی مرحوم نے سیرت ثنائی میں آپ کے مناظروں کی دس خصوصیات قلمبند کی ہیں۔ اگرچہ تمام خصوصیات کی جامع نہیں ہیں۔ لیکن ان سے بڑی حد تک ایک اجمالی خاکہ سامنے آجاتا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

آپ کے مناظروں میں جو خصوصیات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور جو خصوصیات دیگر مناظرین میں بہت کم پائیں وہ درج ذیل ہیں: ۱۔آپ فریق ثانی کی کبھی تحقیر یا تذلیل نہ کرتے۔ بلکہ عزت کرتے اور کشادہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔

۲۔اعتراض یا جواب میں آپ کے الفاظ ہمیشہ مختصر ہوتے مگر پُر معنی اور پُر مغز ہوتے۔

۳۔دقیق سے دقیق مفہوم کو بھی عام فہم طریق پر بیان کرتے اور شعر و اشعار سے اس میں رنگینی پیدا کرنے کا آپ کو خاص ملکہ تھا۔

۴۔حاضر جوابی تو گویا آپ پر ختم تھی۔ آپ جیسا حاضر جواب کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

۵۔آپ پر کسی مناظرہ میں کبھی کوئی گھبراہٹ واقع نہیں ہوئی بلکہ آپ مناظرہ نہایت طمانیت سے ہنس ہنس کر کیا کرتے تھے۔

۶۔مناظرہ میں آپ کا انداز ہمیشہ عالمانہ رہا،عامیانہ انداز کبھی اختیار نہیں فرمایا۔

۷۔آپ فریق ثانی کو بحث سے کبھی باہر نہ جانے دیتے اور گھیر گھار کر اصل بحث پر لے آیا کرتے تھے۔

۸۔آپ مناظرہ میں اصول مناظرہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے اور دیگر علوم وفنون کی طرح مناظرہ بھی علم مناظرہ کے اصول پر کرتے تھے۔

۹۔شرائط مناظرہ میں آپ نے ہمیشہ فراخ دلی سے کام لیا اور بارہا فریق ثانی کی ناجائز سے ناجائز شرط کو بھی قبول کر لیا کہ کہیں وہ اس بہانہ سے راہ فرار اختیار نہ کرے۔

۱۰۔آپ نے میدان مناظرہ میں کبھی کوئی الزام یا جواب بلا حوالہ یا خلاف حوالہ پیش نہیں کیا۔بلکہ جو بات کی ہمیشہ دلائل ہی سے کی ... انتہیٰ۔[27]

اس سلسلے میں یہ توضیح بے جانہ ہو گی کہ مولانا امر تسری رحمۃاللہ علیہ بے مثال الہامی ذہانت اور فہم وفراست کے ساتھ بلا کی قوت حافظہ بھی رکھتے تھے۔آپ کو مخالفین کی کتابوں پر خود ان کے اپنے علماء سے زیادہ عبور حاصل تھا۔

قادیانیت ایک باطل گروہ: قادیانیت کائنات کا ایک گمراہ اور باطل فرقہ ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف منسوب یہ گروہ دراصل صہیونی وصلیبی تحریکوں کا ایک حصہ ہے جو مسلم کش اغراض ومقاصد کی تکمیل کے لئے پوری دنیا میں سرگرم عمل ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذرّیت اگرچہ بظاہر اسلام کا دعویٰ تو کرتے ہیں مگر اُن کے عقائد ونظریات نصوص اسلام کے سراسر خلاف ہیں۔انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں اسلام دشمن طاقتوں نے ایسے ہی گمراہ کن فرقے بنائے جنہوں نے مسلمانوں کو اپنے کفریہ عقائد کا ہمنوا بنانے کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی تھی۔ان میں خاص طور پر قادیانی تحریک کو انگریز حکومت نے اپنی سرکاری سرپرستی سے اسلام کے خلاف ہمہ پہلو ''مسلح'' کیا۔درحقیقت مرزائے قادیان اور اس کے سرپرست مسلمانان ہند کی مذہبی وتعلیمی اور سیاسی بیداری سے گھبرا چکے تھے اور ان کو اس بات کا پختہ یقین تھا کہ اہل اسلام ہمارے قبیح مقاصد کبھی پورے نہ ہونے دیں گے اس لئے انگریزوں نے ہندوستانی نبی اور اُس کے پیروکار تیار کرنا شروع کئے اور ان کے لئے مال ودولت ودیگر وسائل حکومیہ کے انبار لگا دیئے۔چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا: مَنْ دَخَلَ فِيْ جَمَاعَتِيْ دَخَلَ فِيْ صَحَابَةِ سَيِّدِيْ خَيْرِ الْمُرْسَلِيْنَ۔[28]

چنانچہ مرزا قادیان نے قرآن وسنت کے مسلمہ اصولوں سے قصداً انکار وانحراف کیا۔جب کہ اُسے بزعم خود مسیحؑ،احمدؐ

و محمدؐ بننے کی سوجھی تو اس کے لئے نصوص اسلام سب سے بڑی رکاوٹ تھے اس لئے اس نے حیات مسیحؑ اور ''رفع مسیحؑ'' کے اجماعی عقیدے کو تبدیل کر دیا۔جب کہ اہل اسلام کا بالا جماع یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں اور قرب قیامت دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے لہٰذا ابتدا میں مرزا نے جب اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' تالیف کی تو اس میں یہی عقیدہ درج کیا، لکھتے ہیں:

"اور جب حضرت عیسیٰؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق و اقطار میں پھیل جائے گا۔"[29]

پھر اس عقیدے میں اتنی سخت تبدیلیاں کیں کہ ''حیات عیسیٰ'' کو ماننا شرک قرار دیا تو کہیں ''احمدیوں'' اور '' غیر احمدیوں'' کے درمیان قول فیصل لکھتے ہیں: "حضرت عیسیٰؑ کو آسمان پر زندہ ماننا شرک ہے۔"[30]

اور پھر لکھتے ہیں: "ہمارے مخالفین کے صدق و کذب کو آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ کی حیات اور وفات ہے۔اگر در حقیقت حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ در حقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔"[31]

پھر ۱۸۹۱ء میں رسالہ ''فتح اسلام'' اور '' توضیح مرام'' میں یہ اعلان کیا کہ عیسیٰؑ فوت ہو گئے ہیں اور جو آنے والا ہے وہ میں ہوں، پھر ان کی '' قبر'' کی نشاندہی کبھی ''شام'' میں اور کبھی ''سرینگر'' کی۔[32]

انگریز سے وفاداری: مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: "میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے... اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں وہ ایک ایسی جماعت تیار ہوتی جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے لبریز ہیں"۔[33]

"پھر میں پوچھتا ہوں کہ جو کچھ میں سرکار انگریز کی امداد اور حفظ امن اور جہادی خیالات کے روکنے کے لئے برابر سترہ سال تک پورے جوش سے اور پوری استقامت سے کام لیا گیا اس کام کی اور اس خدمت نمایاں کی اور اس مدت دراز کی دوسرے مسلمانوں میں جو میرے مخالف ہیں کوئی نظیر ہے؟ کوئی نہیں"۔[34]

مولانا ابوالحسن ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "قادیانی جماعت نے انگریزی حکومت کے لئے بہترین جاسوس تیار کئے جنہوں نے انگریز کے لئے بڑی خدمات انجام دیں حتیٰ کہ جان کی قربانی بھی دینے تک سے دریغ نہیں کیا جیسا کہ '' عبداللطیف قادیانی'' جسے افغانستان کی حکومت نے قادیانی مذہب کی تبلیغ اور مخالفت جہاد کی پاداش میں قتل کیا، ایسے ہی '' ملا عبدالحلیم قادیانی'' اور ملا نور علی قادیانی اسی انگریز حکومت کے لئے افغانستان میں موت کے گھاٹ

اترے۔ یہ دونوں برطانوی حکومت کے ایجنٹ تھے اور حکومت افغانستان کے خلاف سازشوں میں مصروف عمل تھے۔افغانستان کے وزیر داخلہ کا بیان ۱۹۲۵ء،اور اس کی گواہی اخبار الفضل ۳مارچ ۱۹۲۵ء نے دی جس میں اُن کی اس قربانی پر خوشی کا اظہار کیا گیا"۔[35]

ہندوستان کے علماء اور ارباب فکر و نظر نے اس قادیانی فتنے کو بہت اندیشے کی نگاہ سے دیکھا اور زبان و قلم اور علم کے ہتھیاروں سے اس فتنہ کی جڑ کاٹنے کی پوری پوری کوششیں کیں...ان مجاہدین اسلام میں سر فہرست ان چار حضرات کے نام ہیں: مولانا محمد حسین بٹالویؒ، مولانا محمد علی مونگیریؒ بانی ندوۃ العلماء، مولانا ثناءاللہ امر تسریؒ، مولانا انور شاہ کاشمیریؒ(شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند)اور ابوالحسن علی ندویؒ۔[36]

رابطہ عالم اسلامی کے اجلاس شعبان ۱۳۹۱ھ کا فیصلہ کچھ یوں لکھا گیا:

"ہندوستان میں غلام احمد قادیانی نامی ایک شخص کی طرف منسوب قادیانی گروہ ایک گمراہ اور خارج از اسلام فرقہ ہے جو کھلم کھلا باطل عقائد کی تبلیغ کرتا اور اُن منکرات کا ارتکاب کرتا ہے جنہیں دین حنیف قطعی طور پر حرام قرار دیتا ہے۔"

"اور بہت سے باطل عقائد اور گمراہ کن خیالات جو اُس کی کتابوں براہین احمدیہ اور ''تبلیغ رسالت'' وغیرہ میں پائے جاتے ہیں اور اس کے بہت سے ایسے عقائد و دعاوی بھی ہیں جن کا مقصد انگریزوں کی چاپلوسی تھا"۔[37]

مرزا غلام احمد اپنے باطل عقیدے کو یوں بیان کرتے ہیں:

"اللہ تعالی کی ذات اور رسول اکرمؐ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے۔"[38]

مرزا بشیر الدین محمود ''آئینہ صداقت'' میں لکھتا ہے:

"کل مسلمان جو حضرت مسیحؑ موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔"[39]

پھر اپنے ایک عدالتی بیان میں کہتے ہیں:

"ہم چونکہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے، غیر احمدی کافر ہیں۔"[40]

سید مودودیؒ رقمطراز ہیں: "واقعہ یہ ہے کہ قادیانیوں کا مسلمانوں سے الگ ایک امت ہونا اس پوزیشن کا ایک لازمی منطقی نتیجہ ہے جو انہوں نے خود اختیار کی ہے۔وہ اسباب ان کے اپنے ہی پیدا کردہ ہیں جو انہیں مسلمانوں سے کاٹ کر

ایک جداگانہ ملت بنادیتے ہیں... وہ ختم نبوت کی نئی تفسیر ہے جو انہوں نے مسلمانوں کی متفقہ علیہ تفسیر سے ہٹ کر اختیار کی...اس طرح نبوت کا دروازہ کھول کر مرزا غلام احمد نے خود اپنی نبوت کا دعویٰ کیا اور قادیانی گروہ نے ان کو حقیقی معنوں میں نبی تسلیم کیا۔ نبوت کے دعویٰ کالازمی نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی اس نبوت پر ایمان نہ لائے وہ کافر قرار دیا جائے چنانچہ قادیانیوں نے یہی کیا ... وہ صرف یہی نہیں کہتے کہ مسلمانوں سے اُن کا اختلاف محض مرزا صاحب کی نبوت کے معاملے میں ہے بلکہ وہ یہ کہتے ہیں ہمارا خدا، ہمارا اسلام، ہمارا قرآن، ہماری نماز، ہمارا روزہ غرض ہماری ہر چیز مسلمانوں سے الگ ہے۔"[41]

"اس ہمہ گیر اختلاف کو آخری منطقی نتائج تک بھی قادیانیوں نے خود ہی پہنچایا اور مسلمانوں سے تمام تعلقات منقطع کر کے ایک الگ امت کی حیثیت سے اپنی اجتماعی تنظیم قائم کرلی ... اب اس کے بعد آخر کون سی معقول وجہ رہ جاتی ہے کہ اُن کو اور مسلمانوں کو زبردستی ایک امت میں باندھ رکھا جائے... اس لئے وہ ہمیشہ اسلام کی حکومت پر کفر کی حکومت کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ اُن کی شکار گاہ مسلمان قوم ہی ہے کیونکہ وہ اسلام کے نام پر اپیل کرتے ہیں اور قرآن و حدیث کے اسلحہ سے کام لیتے ہیں...اور یہ اس کافر اقتدار کے پکے وفادار بن کر اس کا شکار کرتے ہیں...اِسی بناء پر قادیانی تمام مسلمانوں کی تکفیر پر متفق ہیں اور تمام مسلمان اُن کی تکفیر پر متفق ہیں۔"[42]

منصبِ نبوت کا تقاضا: روزِ اوّل سے منصب نبوت کا ہمیشہ یہ تقاضا رہا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے اپنی امت کو آنے والے نبی کی خوشخبری دی۔ چنانچہ اسی عہد کی روشنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اکرم ﷺ کی آمد کی اطلاع دی اور آپؐ کی بعثت کے بعد ''نبوت کی آمد'' کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں'' اگر آپؐ کے بعد نبوت جاری رہتی تو ضرور آپ نبی کے آنے کا اعلان فرمادیتے۔ ختم نبوت کا حقیقی معنی آپؐ نے خود متعین فرمادیا ہے: '' اَنَا خَاتِمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' مگر مرزا صاحب نے اپنی جھوٹی نوبت ثابت کرنے کے لئے اس معنی کی لایعنی تاویلات کیں۔ مگر اپنی '' نبوت'' کے لئے یہ پسند کرتے ہیں کہ '' میرے بعد کوئی نہیں آئے گا'' ایسا کیوں ہے' اگر مرزا صاحب ''نبی'' بن سکتے ہیں تو اُن کے علاوہ ان سے بہتر تعلیم یافتہ، باصلاحیت، بلند اخلاق و کردار کا مالک نبی کیوں نہیں بن سکتا؟ اس کا جواب قادیانی گروہوں کے ذمہ ہے۔ ہم مرزا صاحب اور ان کی جماعت کو یہ حق نہیں دیتے کہ وہ اپنی جھوٹی نبوت کو مشتہر کرنے کے لئے قرآن و سنت پر اپنا قبضہ جمائیں۔ اہل اسلام ان کا یہ خواب کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہیں ہونے دیں گے (ان شاءاللہ) کیونکہ مرزائی اہل اسلام اور اسلام کے خلاف اٹھنے والی ہر سازش کے بنیادی کردار ہیں۔ چنانچہ مرزائی کلمہ طیبہ اور محمدؐ رسول اللہ کا جو مفہوم لیتے ہیں مرزا بشیر الدین محمود ایم اے کی زبانی پڑھیے:

"محمد رسول اللہ کا نام کلمہ میں اس لئے رکھا گیا کہ آپ نبیوں کے سرتاج اور خاتم النبیین ہیں،اور آپ کا نام لینے سے باقی سب نبی خود اندر آجاتے ہیں۔ ہر ایک کا علیحدہ نام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ہاں! حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے آنے سے ایک فرق ضرور پیدا ہو گیا ہے اور وہ یہ کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت سے پہلے تو محمد رسول اللہ کے مفہوم میں صرف آپ سے پہلے گزرے ہوئے انبیاء شامل تھے مگر مسیح موعود (مرزا صاحب) کی بعثت کے بعد "محمد رسول اللہ" کے مفہوم میں ایک اور رسول کی زیادتی ہو گئی۔ غرض اب بھی اسلام میں داخل ہونے کے لئے یہی کلمہ ہے۔ صرف اتنا ہے کہ مسیح موعود (مرزا صاحب) کی آمد نے محمد رسول اللہ کے مفہوم میں ایک رسول کی زیادتی کر دی ہے اور بس"۔"علاوہ ازیں اس کے اگر ہم بفرض محال یہ بات مان بھی لیں کہ کلمہ شریف میں نبی کریمؐ کا اسم مبارک اس لئے رکھا گیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں تو تب بھی کوئی حرج واقع نہیں ہوتا اور ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت پیش نہیں آتی کیونکہ مسیح موعود (مرزا صاحب) نبی کریم سے کوئی الگ چیز نہیں ہے جیسا کہ وہ (یعنی مرزا صاحب) خود فرماتے ہیں: " صَارَ وُجُوْدِیْ وُجُوْدَہٗ " (یعنی میرا وجود محمد رسول اللہؐ ہی کا وجود بن گیا ہے) نیز " مَنْ فَرَّقَ بَیْنِی وَ بَیْنَ الْمُصْطَفٰی فَمَا عَرَفَنِی وَمَارَأی " (یعنی جس نے مجھ کو اور مصطفی کو الگ الگ سمجھا،اس نے مجھے نہ پہچانا نہ دیکھا)اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وہ ایک دفعہ اور " خاتم النبیین "کو دنیا میں مبعوث کرے گا۔ جیسا کہ آیت {اٰخَرِیْنَ مِنْہُمْ} سے ظاہر ہے۔

"پس مسیح موعود (مرزا صاحب) خود محمد رسول اللہ ہیں،جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔اس لئے ہم کو کسی نئے کلمہ کی ضرورت نہیں۔ہاں! اگر محمد رسول اللہ، کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی..."۔[43]

مرزا بشیر احمد صاحب،ایم اے نے جو لکھا ہے کہ "مرزا صاحب خود محمد رسول اللہ ہیں جو اشاعت اسلام کے لئے دنیا میں دوبارہ تشریف لائے ہیں۔ یہ قادیانیوں کا بروزی فلسفہ ہے جس کی مختصر سی وضاحت یہ ہے کہ ان کے نزدیک آنحضرت ﷺ کو دنیا میں دوبارہ آنا تھا۔ چنانچہ پہلے آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں تشریف لائے اور دوسری بار آپ نے مرزا غلام احمد کی بروزی شکل میں (معاذ اللہ) مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر میں جنم لیا۔ مرزا صاحب نے تحفہ گولڑویہ، خطبہ الہامیہ اور دیگر بہت سے کتابوں میں اس مضمون کو بار بار دہرایا ہے۔[44]

اس نظریہ کے مطابق قادیانی امت مرزا صاحب کو "عین محمد" سمجھتی ہے۔اس کا عقیدہ ہے کہ نام،کام،مقام اور مرتبہ کے لحاظ سے مرزا صاحب اور محمد رسول اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ قادیانی مرزا غلام احمد کو وہ تمام اوصاف والقاب اور مرتبہ و مقام دیتے ہیں جو اہل اسلام کے نزدیک صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر بقول ان کے مرزا صاحب کی ''بروزی بعثت'' آنحضرت ﷺ کی اصل بعثت سے روحانیت میں اعلیٰ و اکمل ہے، آنحضرت ﷺ کا زمانہ روحانی ترقیات کی ابتدا کا زمانہ تھا اور مرزا صاحب کا زمانہ ان ترقیات کی انتہا کا ہے۔

خلاصہ یہ کہ قادیانیوں کے نزدیک نہ صرف مرزا صاحب کی شکل میں محمد رسول اللہ خود دوبارہ تشریف لائے ہیں بلکہ مرزا غلام مرتضیٰ کے گھر پیدا ہونے والا قادیانی ''محمد رسول اللہ'' اصلی محمد رسول اللہ (ﷺ) سے اپنی شان میں بڑھ کر ہے۔

نبوت انسانی ترقی و کمال کا آخری زینہ اور انسانیت کی معراج اس لئے ہوتی ہے کہ رسولؐ اپنے زمانہ میں ہر لحاظ سے بہترین اور بلند ہوتا ہے، اس کی خوبیوں اور محاسن میں کوئی شخص اس کا مقابل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی زندگی کو ماننے والوں کے لئے کامل نمونہ قرار دیا اور خاص طور پر آخری رسولؐ و نبی محمدؐ کی حیات طیبہ کو امت مسلمہ کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا۔ آپ کی شخصیت اتنی صاف ستھری اور منور تھی کہ آپ جملہ انبیاء سے افضل قرار دیے گئے ہیں۔

خلاصہ بحث:

مولانا ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ نے مذاہبِ باطلہ کے رد میں نمایاں اور قابلِ قدر خدمات سر انجام دی ہیں۔ آریہ مذہب، ہندومت اور قادیانیت کی تردید میں انھوں نے قرآنِ مجید، احادیثِ نبویہ اور ان مذاہب کی کتب کے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ ان مذاہب کی تردید میں انھوں نے قرآنِ کریم سے بعض اچھوتے استدلالات بھی کیے ہیں، نیز انھوں نے بعض عقائد کی عقلی تردید بھی کی ہے۔

مولانا ثناء اللہ امر تسری رحمہ اللہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو خوب بے نقاب کیا ہے، مرزا صاحب اپنے خود ساختہ الہامات کے اعلان کے بعد اپنے اخلاق و کردار کے حوالے سے اس بُری طرح پہچانے گئے کہ کوئی بھی ذی شعور انسان اُسے نبی ماننا تو در کنار ایک شریف انسان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ علمائے حق شروع دن سے ہی ملت اسلامیہ کو فتنہ قادیانیت کے مکروہ نتائج سے آگاہ کرتے آرہے ہیں اور ہر کارواں یوں ہی اپنی کامیابیوں کی منزلوں پر رواں دواں رہے گا۔ لہٰذا ان کے فتنہ انگیز مقاصد کے خاتمہ کے لئے افرادِ اُمت مسلمہ کی علمی و عملی تربیت بہت ضروری ہے۔

المختصر آریوں، ہندوؤں اور قادیانیوں میں سے جب بھی کسی نے قرآن کریم، دینِ اسلام، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے بارے میں زبان کھولی یا قلم اٹھایا تو اس کی تردید و ابطال کے لئے سب سے

پہلے جو سپاہی آگے بڑھا وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری تھے۔

مراجع وحواشی

[1] الحشر:۵۹/ ۱۴

[2] مولاناثناء اللہ امرتسری: تفسیر ثنائی ج:۸ ،ص:۴۶، ثنائی اکادمی، لاہور، ط: ۱۹۷۷ء

[3] الانفال:۸/ ۳۶

[4] تفسیر ثنائی: ج:۴ ،ص:۱۴، ثنائی اکادمی، لاہور

[5] الممتحنۃ :۶۰/ ۲

[6] تفسیر ثنائی: ج:۳ ،ص:۵۰، ثنائی اکادمی، لاہور

[7] الصٰفٰت:۳۷/ ۴۷-۴۵

[8] ایضاً

[9] تفسیر ثنائی، ج:۷ص:۵، ثنائی اکادمی، لاہور

[10] مولاناعبدالمجید سوہدروی: سیرت ثنائی، ص:۹۴، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور، ۱۹۸۹ء

[11] قرآن مجید کی تفسیریں، ص: ۳۱۵، خدابخش لائبریری، پٹنہ، انڈیا، ط: ۱۹۹۵ء

[12] مرزا غلام احمد قادیانی: حقیقۃ الوحی ،ص: ۲۸، ریاض ہند میگزین، قادیان، ۱۹۰۷ء

☆ یہ آپ پر بہتان ہے۔ دیکھئے مکتوبات، ج:۲ ص:۵۱

[13] الجن:۷۲/ ۲۷-۲۶

[14] حقیقۃ الوحی، ص: ۳۹۰، ۳۹۱

[15] اٰل عمٰرن:۳/۵۵

[16] تفسیر ثنائی، ص:۲۶۷

[17] ازالہ اوھام، ص:۶۱۶، طبع اول

[18] ازالہ اوھام، ص:۵۵۶

[19] النسآء:۴/ ۱۵۹-۱۵۷ ۱۹۔

☆ الفتح:۴۸/ ۷

☆۱ اٰل عمٰرن:۳/ ۵۵

[20] فصل الخطاب بمقدمہ اہل الکتاب ص۲، ۸۰ حاشیہ نمبر ۲

[21] سیرت ثنائی، ص: ۱۴۵-۱۴۴، خلاصہ، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

[22] ص : ۲۱

[23] ضمیمہ، ص:۲۵

[24] مرقع قادیانی، ص:۱۳ جنوری ۱۹۳۲ء

[25] مولاناثناء اللہ امرتسری: تاریخ مرزا، ص:۵۷، مکتبہ سلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور، ۱۹۷۳ء

[26] ص : ۲

[27] سیرت ثنائی ،ص:۳۸۶،۳۸۷، مکتبہ قدوسیہ،اردو بازار،لاہور

[28] تریاق القلوب:ص:۴۲، سٹیم پریس،اردو بازار،امر تسر،۱۹۱۶ء

[29] براہین احمد یہ، جلد۴ص:۴۹۸،ضیاءالاسلام، قادیان،۱۹۰۵ء

[30] اخبار الفضل،۹،جولائی ۱۹۳۸ء

[31] تحفہ گولڑویہ:ص:۱۶۶ ،ضیاءالاسلام، قادیان

[32] اتمام الحجہ،ص:۱۷،۱۸ ،اسلامیہ سٹیم پریس،لاہور، ۱۸۹۴ء

[33] تبلیغ رسالت جلد:۶،ص:۶۵ ؛ مجموعہ اشتھارات،ج،۲،ص:۳۶۷،۳۶۶، عرئضہ بحالی خدمت گورنمنٹ عالیہ انگریزی

[34] کتاب البریہ اشتہار، ۲۰ ستمبر ۱۸۹۷ء، ص:۷،روحانی خزائن ص:۸، جلد۱۳، مجموعہ اشتہارات، ص۴۶۳، جلد۳مرزا غلام احمد قادیانی

[35] ابوالحسن علی ندوی،: قادیانیت، مطالعہ وجائزہ، ص:۲۷،۲۸، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی،۱۹۸۵ء

[36] قادیانیت، ص:۲۷،۲۹، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی

[37] قادیانیت، ص:۱۲،۱۳

[38] الفضل، ۳۰جون ۱۹۳۱ء

[39] ص : ۳۵

[40] الفضل، ۲۹ء۲۶جون ۱۹۲۲ء

[41] الفضل، ۱۲اگست،۱۹۱۷ءالفضل، ۱۲اگست،۱۹۱۷ء

[42] قادیانیت ص:۸۰ء۶۰، خلاصہ

[43] کلمۃالفصل، ص: ۱۵۸مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز جلد ۱۴نمبر ۴،۳بابت ماہ مارچ واپریل ۱۹۱۵ء

[44] دیکھیے خطبہ الھامیہ: ص۱۷۱، ص ۱۸۰

